

دین خیر خواہی ہے

عَنْ تَمِيمِ الدَّارِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الدِّينُ النَّصِيحَةُ. قُلْنَا: لِمَنْ؟ قَالَ: لِلَّهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَيِّمَةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ.

حضرت تمیم داری (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دین خیر خواہی ہے۔ ہم نے پوچھا: کس کی؟ آپ نے فرمایا: اللہ کی، اس کی کتاب کی، اس کے رسول کی، مسلمانوں کے لیڈروں کی اور ان کے عام آدمی کی۔

لغوی مباحث

’النَّصِيحَةُ‘: ’النَّصِيحَةُ‘ کا اشتقاق ’نَصَحَ يَنْصَحُ نَصْحًا‘ سے بھی ہو سکتا ہے اور ’نَصَحَ يَنْصَحُ نَصْحًا‘ سے بھی۔ پہلی صورت میں اس کے معنی خلوص اور خیر خواہی کے ہیں اور دوسری صورت میں اس کا مطلب سینا ہے۔ مراد یہ کہ جس طرح سوئی اور دھاگا کا ٹٹنے کے بجائے جوڑتا ہے، اسی طرح تم بھی جوڑنے والے بنو۔ ہمارے نزدیک یہ دوسرا امکان محض فن لغت کی حد تک ہے، اس فعل کے عام استعمالات کو سامنے رکھیں تو اس کے معنی خلوص اور خیر خواہی ہی کے ہیں۔ قرآن مجید میں اس کے اس معنی کی بہت اچھی مثال سورہ توبہ میں ہے۔ غزوہ تبوک میں شرکت اور عدم شرکت کا مسئلہ اسلام کے ساتھ سچائی اور منافقت کا امتحان بنا ہوا تھا۔ اس پس منظر میں ان لوگوں کا مسئلہ بھی زیر بحث تھا جو شدید خواہش اور تمنا کے باوجود محض کسی بیماری، جسمانی کمزوری یا وسائل کی عدم دست یابی کے باعث

شرکت کرنے سے معذور تھے۔ سورہ توبہ (۱۹:۹) میں فرمایا کہ ایسے لوگوں کی عدم شرکت میں حرج نہیں، بشرطیکہ یہ ’نَصَحُوا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهِ‘ (اللہ اور اس کے رسول کے خیر خواہ) ہوں۔ یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ لفظ ’النَّصِيْحَةُ‘ کے معنی کا اصل رخ خلوص کی طرف ہے۔ خیر خواہی چونکہ خلوص ہی کا عملی مظہر ہے، اس لیے یہ لفظ اس پہلو سے بھی استعمال ہوتا ہے۔ روایت میں بھی چونکہ یہی پہلو مراد ہے، اس لیے ہم نے ترجمہ ”خیر خواہی“ کے لفظ ہی سے کیا ہے۔

’اِئِمَّةٌ‘: ’اِئِمَّةٌ‘، ’امام‘ کی جمع ہے۔ امام کے معنی رہنما کے ہیں۔ یہ لفظ دینی اور سیاسی، دونوں رہنماؤں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ اس روایت کی شرح کرتے ہوئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہاں کون سا پہلو مراد ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مذہبی قائد ہی سیاسی قائد تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ دونوں حیثیتیں جمع تھیں۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جن لوگوں کو عامل بنایا، وہ بھی اور خلافت راشدہ میں خلفاء بھی یہ دہری ذمہ داری ادا کرتے رہے۔ دینی رہنمایا عالم دین ایک الگ نوع کے طور پر بعد میں سامنے آئے ہیں۔ چنانچہ جس صورت حال میں یہ لفظ بولا گیا ہے، اس میں حکام و عمال ہی اس سے مراد ہیں، البتہ بعد کی صورت حال میں جب ہم اس ہدایت کا اطلاق کریں گے تو علما بھی اس میں شامل ہوں گے۔

معنی

اس روایت کے دو حصے ہیں: ایک حصہ ’اَلْدِّیْنُ النَّصِيْحَةُ‘ کے مختصر جملے پر مشتمل ہے اور دوسرا ’اَلْمَنْ‘ کے جواب میں حضور کے ارشاد پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں جو بات کہی گئی ہے، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پورے دین کو خیر خواہی قرار دے دیا گیا ہے۔ یہ بات اپنے ظاہر ہی میں درست نہیں لگتی۔ چنانچہ شارحین نے اسے ’عَمَادُهُ‘ یا ’مُعَظَّمُهُ‘ کے معنی میں لے کر حل کیا ہے۔ یہ معنی لینے میں وہ ایک اور روایت دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ آپ کا ارشاد ہے: ’اَلْحَجُّ عَرَفَةُ‘ (حج عرفہ ہے)۔ ظاہر ہے، اس جملے کا مطلب یہی ہے کہ حج کا بنیادی، اہم ترین یا بڑا جز عرفہ ہے۔ بے شک اس اسلوب کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں، لیکن یہ اسلوب ایک دوسرے پہلو کو بیان کرنے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے، مثلاً اگر یہ کہا جائے کہ نماز ذکر ہے تو اس جملے سے نماز کی حقیقت واضح کرنا مقصود ہے۔

۱۔ یعنی دین کا ستون خیر خواہی ہے یا دین کا بڑا حصہ خیر خواہی ہے۔

۲۔ اس جملے کے صحیح معنی بھی اس ترجمے سے واضح نہیں ہوتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ بھی حج کی اصل حقیقت کو سامنے رکھ کر بولا ہے۔

ہمارے نزدیک اس جملے میں بھی دینی وابستگیوں کی روح بیان کی گئی ہے۔ ہمارے اس خیال کی تائید اگلے سوال و جواب سے بالکل واضح طور پر ہوتی ہے۔ شارحین میں سے سب سے بہتر تعبیر نووی کی ہے، ان کے نزدیک دین کا عماد اور قوام نصیحت ہے، یعنی سچا دین دار اپنے کردار میں خیر خواہ ہوتا ہے۔

لغوی مباحث میں ہم نے یہ بیان کیا ہے کہ النّصیحة کے معنی کیا ہیں۔ مادی اشیا کی نسبت سے نَصَح کا فعل صاف اور خالص کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ جب یہ افراد کی نسبت سے استعمال ہوگا تو اس کے معنی خالص ہونے، یعنی خلوص کے ہوں گے۔ خلوص رویے کی صورت میں خیر خواہی بن کر ظاہر ہوتا ہے۔ خیر خواہی قول سے بھی ہوتی ہے اور عمل سے بھی۔ کسی فرد کے ساتھ خیر خواہی اس وقت تک کوئی معنی نہیں رکھتی جب تک اس کے حقوق ادا نہ کیے جائیں۔ چنانچہ حقوق ادا کرنے، نقصان سے بچانے، فائدہ پہنچانے اور حمایت کرنے تک سارے امور خلوص و خیر خواہی کا حصہ ہیں۔

دوسرا حصہ 'لَمَنْ' کے سوال سے شروع ہوتا ہے۔ یہ سوال بڑا پر محل ہے۔ اگرچہ پہلے جملے میں بات جس طرح جامع اسلوب میں بیان کی گئی ہے، اس سے ہم سمجھ سکتے تھے کہ ایک مسلمان جہاں جہاں وابستہ ہوتا ہے، اسے اپنے ہر تعلق میں مخلص اور خیر خواہ ہونا چاہیے۔ اسی سے وہ حقیقی دین داری کو پاسکتا ہے، لیکن سوال اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب نے بات کو ہر اعتبار سے واضح کر دیا ہے۔ مزید براں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر خواہی کا اطلاق جن جن دائروں میں کیا ہے، اس سے یہ بات واضح کر دی ہے کہ وابستگی خواہ دینی ہو اور خواہ انسانی، خیر خواہی کا تقاضا ہر دائرے میں ہے۔

ہم اوپر یہ عرض کر چکے ہیں کہ خلوص اور خیر خواہی کا سب سے پہلا اظہار حق ادا کرنا ہے۔ اس کے بعد توفیر و تعظیم، مدد و تحفظ، حمایت اور ترقی و فروغ کے مراحل آتے ہیں۔ شارحین روایت نے اللہ تعالیٰ، کتاب، رسول، مسلم رہنماؤں اور عام مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کی جو تفصیل کی ہے، وہ درحقیقت یہی امور ہیں۔ شارحین لکھتے ہیں:

اللہ کی نسبت سے خیر خواہی کا تقاضا یہ ہے کہ ان پر ایمان لایا جائے، انھیں صحیح صفات سے متصف کیا جائے، ان کے حکم دینے کا حق تسلیم کیا جائے، ظاہر و باطن سے ان کے سامنے جھکا جائے، ان سے محبت کی جائے، ان کے ڈر کی وجہ سے گناہ نہ کیے جائیں اور ان کے مجرموں سے جہاد کیا جائے۔

کتاب کی نسبت سے خیر خواہی کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے خدا کی جانب سے ہونے کی تصدیق کی جائے، اسے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ مانا جائے، اس کے معنی سمجھے جائیں، اسے دوسروں کو سکھایا جائے، اس کے اگلی نسلوں تک درست انتقال کا اہتمام کیا جائے، اس کے بارے میں شبہات دور کیے جائیں اور اس کے احکام و تعلیمات پر عمل کیا جائے۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے خیر خواہی کا تقاضا ہے کہ ان پر ایمان لایا جائے، ان کے امر و نہی پر عمل کیا جائے، ان کی جان و مال سے مدد کی جائے، ان کی سنت کا احیا کیا جائے، ان پر درود پڑھا جائے، ان کے اخلاق عالیہ کی تقلید کی جائے اور ان سے اور ان کے اہل بیت سے محبت کی جائے۔

سیاسی رہنماؤں کی نسبت سے خیر خواہی کا تقاضا ہے کہ ان کی حق میں اطاعت کی جائے اور حق میں ان کی مدد کی جائے، ان کو اللہ یاد دلایا جائے، ان معاملات سے انھیں آگاہ رکھا جائے جن سے ان کا آگاہ ہونا ضروری ہے، ان کے پیچھے نماز پڑھی جائے، ان کے ساتھ مل کر جہاد کیا جائے، ان کو زکوٰۃ ادا کی جائے، ان کی ذمہ داریوں میں ان کی مدد کی جائے اور انھیں ظلم کرنے سے بچایا جائے، جن معاملات میں وہ غفلت کا شکار ہیں، ان کی غفلت دور کی جائے۔

علماء سے خیر خواہی کا تقاضا ہے کہ ان سے علم سیکھا جائے اور ان کے بارے میں حسن ظن رکھا جائے۔ عام لوگوں کی نسبت سے خیر خواہی کا تقاضا ہے کہ ان کی دین و دنیا میں بہتر رہنمائی کی جائے، دین و دنیا کے معاملات میں ان کی مدد کی جائے، ان کے جاہل کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا جائے، ان کے بڑے کی توقیر اور ان کے چھوٹے پر رحم کیا جائے، ان کے افتراق و انتشار کو روکا جائے، ان سے حسد اور دھوکا نہ کیا جائے، ان کو فائدہ پہنچایا جائے، نقصان سے ان کی حفاظت کی جائے اور ان کے لیے وہی پسند کیا جائے جو اپنے لیے پسند کرتے ہیں۔

شارحین کی یہ ساری تفصیل اس رویے کے کچھ نمایاں مظاہر ہیں جس کا عنوان خلوص و خیر خواہی ہے۔ فرد کی تبدیلی، حالات کے فرق، رجحانات کے اختلاف اور طبیعتوں کے تفاوت کی وجہ سے ان مظاہر کی کوئی مکمل فہرست بنانا ممکن نہیں ہے۔

لغوی مباحث میں ہم سورہ توبہ کی آیت نقل کر چکے ہیں جس میں نَصَحُوا لِلّٰہِ وَرَسُوْلِہِ کے الفاظ آئے ہیں۔ علاوہ ازیں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے حق اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رفاقت کے تقاضے کئی پہلوؤں سے بیان ہوئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اصل محرک خلوص اور خیر خواہی کو اس روایت میں بیان کر دیا ہے۔ جب تفصیل کے لیے سوال کیا گیا تو آپ نے ان چیزوں کو بیان کر دیا جن کے ساتھ وابستگی کے تقاضے قرآن مجید میں جگہ جگہ بیان ہوئے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ایک نصیحت ہے، جس میں دین اور انسانوں کے ساتھ وابستگی کے اصل اصول کو بیان کیا گیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سیرتوں کا مطالعہ کریں تو ایک عملی حقیقت نظر آتا ہے۔ انھوں نے بندگی، خدا کے رسول اور خدا کی کتاب کے ساتھ وابستگی اور حکمرانوں اور خلق خدا کی خیر خواہی کے تقاضے جس طرح پورے کیے، اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ نے دین کے اس پہلو کو خوب سمجھا اور پھر اس کے تقاضے بھی پورے کر کے دکھا دیے۔

متون

روایت کا پہلا جملہ تین چار طریقوں سے روایت ہوا ہے۔ بعض روایات میں بیان ہوا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار یہ جملہ فرمایا تھا۔ کچھ روایتوں میں یہ جملہ 'إِنَّ الدِّينَ النَّصِيحَةُ' کے الفاظ میں نقل ہوا ہے اور کچھ میں 'أَنَّ الدِّينَ النَّصِيحَةُ' کے الفاظ میں۔ ایک روایت میں اسی بات کو ادا کرنے کے لیے 'رَأْسُ الدِّينِ النَّصِيحَةُ' کی تعبیر اختیار کی گئی ہے۔ ایک روایت میں یہ بات بالکل ہی مختلف الفاظ میں بیان ہوئی ہے: 'مَنْ لَا يُصْبِحُ وَيُمْسِي نَاصِحًا لِلَّهِ وَ... فَلَيْسَ مِنْهُمْ'۔

سوال 'لِمَنْ' مسلم کی روایت میں صرف اسی لفظ تک محدود ہے، لیکن دوسرے متون یہی سوال: 'يَا رَسُولَ اللَّهِ لِمَنْ، لِمَنْ يَا رَسُولَ اللَّهِ' اور اسی طرح 'قَالُوا' کے بجائے 'قُلْنَا'، 'قُلْتُ' اور 'قِيلَ' کے صیغے بھی آئے ہیں۔ اکثر روایات میں پانچ چیزوں کا ذکر ہے، لیکن بعض روایات میں صرف پہلی تین ہی چیزوں کا ذکر ہے۔ ایک روایت میں ملائکہ کا اضافہ بھی ہے۔

کتابیات

مسلم، رقم ۵۵؛ ابوداؤد، رقم ۴۹۴۴؛ نسائی، رقم ۴۱۹۷؛ ترمذی، رقم ۱۹۲۶؛ احمد، رقم ۳۲۸۱، ۷۹۴۱، ۱۶۹۸۲، ۱۶۹۸۳، ۱۶۹۸۴، ۱۶۹۸۷، ۱۶۹۸۸؛ ابن حبان، رقم ۴۵۷۴؛ دارمی، رقم ۲۷۵۴؛ بیہقی، رقم ۱۶۴۳۴۔